شروحِ بانگِ درا کی روایت میں ڈاکٹر شفیق احمد کا حصہ

ذی شان تبسم[1]

Abstract:

Bang e Dara is the first poetry collection by Iqbal. In it the abundance of thoughts and meanings justifies several interpretations. Professor Yusuf Saleem Chishti holds a distinguished position among the interpreters of Bang e Dara. After his interpretation of Bang e Dara nine more have been added. Among the later interpreters, Dr Shafique Ahmad is quite significant. His Sharha e Bang e Dara, even though it is a bit conventional, it still has distinct qualities. He has not given deliberate meanings to Iqbal, rather he has seen Iqbal in his own context. He has given the years of almost all the poems. He has thrown light on the background of most of the poems. He has also pointed out to the changes made in the poems. He also explains the difficult words and phrases, and allusions in the verses. He fulfills all the possible requirements for the interpretation of verse. Dr Shafique Ahmad has preferred conciseness to detailed explanation. His style is quite organized, reasonable and balanced. The present study is an effort to analyze this important interpretation.

Keywords: **Explanation, Text, Interpetition, Iqbal Poetry, Dr Shafique Ahmad.**

کلیدی الفاظ: شرح بانگِ درا، روایت، متن، ابہام، شرح و شارح، تفہیمِ کلامِ اقبال، صنائع و بدائع

شرح، عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی مفصّل بیان کرنا، کھول کر کہنا، تفصیل یا تفسیر بیان کرنا، تصریح کرنا یا کسی کتاب کی تفسیر یا تشریح کرنا کے ہیں۔(۱) صاحبِ ''نوراللغات'' کے لفظوں میں شرح کے معنی ''کسی امر کو کمال وضاحت اور صراحت کے ساتھ کہنا یا لکھنا'' کے ہیں۔(۲) گویا شرح، نقدِ شعر کی ایسی صورت ہے جس میں متن (Text) یا کلام (Discourse) میں مستور معانی کی عقدہ کشائی اس صراحت سے کی جاتی ہے کہ تمام تر ابہام، اشکال اور دقائق کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ مصنف کے عندیے، سماجی سروکار یا متن

1 اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور

کے یکتا مختار ہونے کی بحث سے قطع نظر بقول شمس الرحمن فاروقی ''اگر ہم متن یا کلام کے معنی نہ سمجھیں تو زندگی گزارنے کے قابل نہ رہیں گے۔''(۳) گویا متن کی گرہ کشائی یا معنی یابی بنیادی وظائفِ حیات میں سے ہے۔ شرح کا مقصدِ اوّلین بھی تحریر کی تفہیم، وضاحت، تصریح اور تسہیل ہی ہوتا ہے۔

شرح، مقدس صحائف سے لے کر فن پارے کی جملہ صورتوں کو محیط ہے۔ یہ معنی فہمی اور تخلیقی بازیافت کا نام ہے۔ گویا شرح تخلیقی عمل کی باز آفرینی اور وجدانی تجربے کو شعور کی سطح پر دریافت کرنے کا فن ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے مطابق ''معنی کسی کا مال نہیں، صرف اس شخص کا ہے جو معنی بیان کر رہا ہے۔''(۴) معنی کے اس ترجمان یا باذوق قاری ہی کو ''شارح'' کہا جاتا ہے۔ شارح کی ضرورت یوں تو جملہ فنونِ انسانی میں ہوتی ہے تاہم عظیم شاعری ہمیشہ ایسے مفسر کی متلاشی رہتی ہے جو اس کی تفہیمِ نو اور تعبیرِ جدید کر سکے۔ شعر گوئی، معمول کا فن نہیں ہے۔ شاعری اور شعر فہمی کا ملکہ عام نہیں ہے۔ مولانا رومیؒ کے لفظوں میں اس کی کیفیت گویا ''طعمۂ ہر مرغکِ انجیر نیست'' والی ہے۔ یہ وہ فنِ لطیف و دقیق ہے جو ہر کس و ناکس کے لیے نہیں ہے۔ شعر گوئی، کی صلاحیت بڑی حد تک وہبی ہے اور مخصوص اذواق ہی اس کے سزاوار ہو سکتے ہیں تاہم شعر فہمی بھی ایک نادر ملکہ ہے جو ہر شخص کا مقدر نہیں ہوتا۔ عام قارئینِ ادب تو نثر کی گتھیاں سلجھانے کی قابلیت نہیں رکھتے، شعر کے بطن میں جھانک کر اس کے پیچ و خم کھولنا تو گویا ہفت اقلیم سر کرنے کے مترادف ہے۔ شعر فہمی تو اس وقت بھی ایک پیچیدہ مسئلہ تھا جب شاعری کو معاشرے کی اہم ترین تہذیبی قدر سمجھا جاتا تھا۔ فی زمانہ جب کہ شاعری کا ذوق سرے سے اُٹھتا جا رہا ہے اور شعر تو کجا نثرِ لطیف یا کوئی پر لطف جملہ بھی کم فہمی کی وجہ سے داد و ستائش سے محروم ہو جاتا ہے، ایسے میں عام قاری ماضی کے مقابلے میں شارح کا کہیں زیادہ محتاج ہو گیا ہے۔

شارح کی حیثیت فی الحقیقت ایسے مشکل کشا کی ہے جو متن کے معنیاتی ابہام کی تسہیل و تفہیم کر کے قاری کے مضطرب ذہن کو مطمئن اور سرشار کرتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق احمد کے مطابق:

''شعر کی بنیاد کوئی نہ کوئی جذبہ یا احساس ہی ہوتا ہے اور شارح کا کام یہی ہے کہ وہ شعر میں موجود جذبات واحساسات کو ان کی تمام نزاکتوں کے ساتھ محسوس کرے اور پھر آسان اسلوب میں ان کی وضاحت کر دے۔''(۵)

شارح ایسا مددگار ہے جو اپنے علم و فضل، وسعتِ نظر اور ذوقِ شعری کی بدولت متن شعر میں موجود وضاحت طلب مقامات، دقائق و مشکلات اور اسلوبیاتی محاسن کو، شرح وبسط کے ساتھ آسان پیرائے میں پیش کر دیتا ہے۔ڈاکٹر اختر النساء کے مطابق شارح کے لیے چند باتوں سے واقفیت ضروری ہے:

۱۔ تحریر کے تہذیبی وسیاسی پس منظر سے آگاہی۔

۲۔ لکھنے والے کے ذہنی میلانات اور اندازِ فکر سے واقفیت۔

۳۔ جس زبان کی تخلیق کی شرح لکھنے کا ارادہ ہو،اس زبان پر مکمل عبور۔

۴۔ ان علوم سے پوری واقفیت، جو تشریح طلب متن کا موضوع ہوں۔(۶)

گویا فنِ شعر سے واقفیت کے ساتھ ساتھ شارح کا بے حد وسیع المطالعہ ہونا بھی شرط ہے۔ڈاکٹر شفیق احمد کی یہ رائے بہت صائب ہے:

''کوئی ایسا شارح کلامِ اقبال کی شرح کا حق ادا نہیں کر سکے گا جو مسلمانوں کے مذہبی سرمائے اور اسلامی تاریخ اور قدیم وجدید فلسفے سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔''(۷)

شرح، سادہ لفظوں میں شعر کو وضاحت کے ساتھ نثر میں منتقل کرنے کا عمل ہے مگر یہ وہ فن ہے جو بے حد مشقت اور ریاضت چاہتا ہے۔ شارح کے لیے لازم ہے کہ وہ تخلیقی بازیافت کا ہنر جانتا ہو، وہ متن میں موجود تخلیق شعر کے وجدانی تجربے کو قلبی سطح پر محسوس کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور تخلیق سے تفہیم کی طرف واپسی کا سفر طے کر سکتا ہو۔ شارح اگر شاعر کا ہم مزاج ہو تو اس صورت میں وہ بہتر انداز میں قاری کی رہنمائی کر سکتا ہے اور گمراہی کا اندیشہ کم سے کم ہو جاتا ہے۔ شارح کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شعریات سے مکمل آگاہی رکھتا ہو۔ شمس الرحمن فاروقی کے مطابق:

''کسی شاعری کی فہم اس وقت مکمل ہو سکتی ہے جب ہم اس شعریات سے واقف ہوں جس کی روشنی میں وہ شاعری خلق کی گئی ہے اور جس کی مدد سے وہ با معنی ہوتی ہے۔''(۸)

اب اہم سوال یہ ہے کہ وہ کون سی شاعری ہے جس کی شرح کی ضرورت ہوتی ہے؟ ڈاکٹر اختر النساء اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

''شرح عموماً اس کلام نظم و نثر کی لکھی جاتی ہے جو مشکل اور دقیق ہو اور شرح نگاری کا یہی بڑا سبب ہے یعنی متن کی مشکل یا پیچیدگی کی گرہ کشائی، تاکہ عام قارئین کے استفادے کی صورت پیدا ہو سکے۔''(۹)

یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان میں غالب اور اقبال کی شروح کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ اپنے پیچیدہ افکار، مشکل اسلوب اور بے حد علمی، فلسفیانہ اور وسیع فکری پس منظر کی وجہ سے یہ شاعری شرح کی محتاج رہی ہے۔

عربی اور فارسی ادب میں شرح نویسی کی ایک مستحکم روایت موجود ہے۔ عربی میں امراالقیس، زہیر بن ابی سلمی، عمر بن ابی ربیعہ، حضرت حسان بن ثابتؓ، المتنبی، ابو تمام اور ابو العلا معرّی کے کلام کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح فارسی شاعری میں عمر خیام، انوری، عطار، رومی، عراقی، شبستری، حافظ، جامی، عرفی اور صائب وغیرہ کے کلام کی شروح برابر منصہ شہود پر آتی رہی ہیں۔ خواجہ محمد زکریا نے درست طور پر نشان دہی کی ہے کہ ''فارسی میں شرح نویسی کی جو مستحکم روایت قائم ہوئی، اُردو میں اس کا بہت کم حصہ نظر آتا ہے۔''(۱۰) اُردو میں غالب وہ پہلے شاعر ہیں جن کی طرف شارحین نے توجہ دی اور یہ حقیقت ہے کہ ''غالب سے پہلے اُردو میں شرح نویسی کی روایت سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔''(۱۱) غالب کا کلام جسے خود انھوں نے ''گنجینہ معنی کا طلسم'' کہا تھا اپنی مشکل پسندی، معنوی تہہ داری اور لطیف ابہام کی وجہ سے شارحینِ غالب کو برابر کمر بستہ رکھے ہوئے ہے۔ صرف قیامِ پاکستان کے بعد ''دیوانِ غالب'' کی جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان کی تعداد ڈاکٹر شکیل پتافی کی تحقیق کے مطابق کم و بیش ''تین درجن''(۱۲) ہے جب کہ ''حالی کے زمانے سے اب تک غالب کی کتنی شرحیں یا غالب کے منتخب اشعار کی شرح پر مبنی کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔''(۱۳)

غالب کے علاوہ میر، سودا، درد، ذوق، مومن اور اکبر وغیرہ وہ اُردو شاعر ہیں جن کے منتخب کلام کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ البتہ علامہ اقبال وہ خوش قسمت شاعر ہیں جن کے کلام کی طرف بالغ نظر شارحین نے غالب کے بعد سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اقبال کے کلام کا بڑا حصہ اپنے اسلوبِ شعر، فکر و فلسفہ کی آمیزش اور بے پناہ شعری قرائن کی وجہ سے ہر سطح کے قاری کے لیے قابلِ فہم نہیں رہتا۔

یوسف سلیم چشتی کو شارحینِ اقبال میں اوّلیت کا امتیاز حاصل ہے۔ خواجہ محمد زکریا کے مطابق:

> ''میرے علم کے مطابق یوسف سلیم چشتی ہی واحد شخص ہیں جنھوں نے اقبال کی تمام فارسی اور اُردو شعری تصانیف کی شرحیں لکھی ہیں۔''(۱۴)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ صحیح معنوں میں یوسف سلیم چشتی ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے تفہیمِ کلامِ اقبال کی بنیاد ڈالی اور اقبال کے تمام تر متداول کلام کی عالمانہ شروح تصنیف کیں اگرچہ پروفیسر حمید اللہ شاہ نے بھی تمام مجموعوں کی شرحیں تحریر کیں مگر یہ درسی ضروریات کے تحت لکھی گئیں اور ان میں سابقہ شروح ہی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

یوسف سلیم چشتی کے بعد مولانا غلام رسول مہر ایسے شارح ہیں جنھوں نے اقبال کے متعدد مجموعوں کی شرح لکھی ہے۔ ان میں 'بانگ درا'، 'بالِ جبریل'، 'ضربِ کلیم' اور ایک فارسی مجموعے ''اسرار و رموز'' کی شرح بھی شامل ہے۔(۱۵) عارف بٹالوی نے بھی اقبال کے تین اُردو شعری مجموعوں 'بانگِ درا'، 'بالِ جبریل' اور 'ضربِ کلیم''، کی شرحیں لکھی ہیں۔

کلامِ اقبال کے دیگر شارحین میں اسرار زیدی، غلام احمد پرویز، اے۔ ڈی۔ نسیم، ڈاکٹر محمد باقر، آقائے رازی، نریش کمار شاد، ڈاکٹر شفیق احمد، سیّد اصغر علی شاہ جعفری، شیریں تاج، الٰہی بخش اعوان، آفتابِ دار بخت، عبدالرشید فاضل، نشتر جالندھری، فیض محمد فیض لدھیانوی اور یوسف مثالی وغیرہ شامل ہیں۔ انہی شارحین اقبال میں ایک اہم نام ڈاکٹر شفیق احمد کا بھی ہے جنھوں نے اقبال کے پہلے اردو شعری مجموعے ''بانگ درا'' کی شرح تحریر کی جب کہ اس کے متن کے متعلق بھی اہم تحقیقی اشارے کیے۔

''بانگِ درا'' علامہ اقبال کا پہلا اُردو شعری مجموعہ ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیق کے مطابق یہ مجموعہ کلام ۳/ستمبر ۱۹۲۴ء کو شائع ہوا۔(۱۶) اس اوّلین اشاعت کے بعد اقبال کی زندگی میں ''بانگِ درا'' کے محض دو ایڈیشنز بالترتیب ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئے۔ ''بانگِ درا'' کے دیباچے میں مدیرِ ''مخزن'' سر شیخ عبدالقادر نے درست طور پر نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ اُردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یک جا ہوں.... بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے۔''(۱۷)

اس تبصرے میں ''بانگِ درا'' کی متعدد شروح کا جواز اور محرکِ تحریر موجود ہے۔یوسف سلیم چشتی کلامِ اقبال کے اوّلین مفسر و شارح ہیں۔ ''بانگِ درا'' کے شارحین میں بھی انھیں تقدم حاصل ہے۔ان کی مرتب کردہ ''شرحِ بانگِ درا'' عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور کے زیرِ اہتمام ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی۔یوسف سلیم چشتی کے بعد مولانا غلام رسول مہر اور ڈاکٹر محمد باقر اور پھر آقائے رازی، عارف بٹالوی، اسرار زیدی، نریش کمار شاد، پروفیسر حمید اللہ ہاشمی اور یوسف مثالی کی شرحیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔شروحِ بانگِ درا کی اس روایت کو ڈاکٹر شفیق احمد نے بھی اپنے اُستاذِ گرامی ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی رہنمائی و اشتراک سے آگے بڑھایا۔

ڈاکٹر شفیق احمد اُردو زبان و ادب کے جید اُستاد اور قابل محقق و نقاد ہیں۔ان کا شمار اہم اقبال شناسوں میں کیا جاسکتا ہے۔انھوں نے مذکورہ شرح کے علاوہ ''اقبال اور ترکی'' کے عنوان سے ایک تحقیقی کتاب بھی تصنیف کی، جب کہ ان کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ بھی معروف اقبال شناس مولانا غلام رسول مہر کی حیات اور کارناموں سے متعلق ہے۔ڈاکٹر شفیق احمد سے پہلے ''بانگِ درا'' کی کم از کم پانچ شرحیں شائع ہو چکی تھیں۔ان کی موجودگی میں اس شرح کی گنجائش کیوں کر محسوس ہوئی؟ اس ضمن میں ڈاکٹر شفیق احمد کا موقف ہے کہ متعدد شرحوں کے باوجود ''مزید شرحوں کی ضرورت ہنوز باقی ہے۔ یہی احساس زیرِ نظر شرح کی تالیف کا محرک

ہے۔''[۱۸] ''شرحِ بانگِ درا'' کے دوسرے محرک ان کے استادِ گرامی ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ہیں جنھوں نے اس شرح کی ''نظرِ ثانی'' کی اور حصہ ''ظریفانہ کلام'' کی شرح بھی تحریر کی۔

یہ درست ہے کہ علامہ اقبال، غالب کے بعد اُردو کے ان شاعروں میں سے ہیں، جن کے کلام کی متعدد شرحیں ہو چکی ہیں، تاہم ان کی فنی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہ برابر خود کو طرح طرح سے افشا کر رہا ہے اور اس کے باوجود ابھی تفہیم و شرح کی کافی گنجائش موجود ہے۔

سیّد محمد خاں رند(۱۸۵۷ء۔۱۷۹۷ء) نے تعبیرِ شعر اور معنی یابی کے اسی مسلسل عمل کی نشان دہی اپنے ایک شعر میں کی تھی:

رہے نہ صیدِ مضامیں کی فکر ہی میں خراب
کرے ہمارے معانی کو بھی شکار قلم

''شرحِ بانگِ درا'' کے دیباچے میں ڈاکٹر شفیق احمد نے شرح نویسی سے متعلق اپنا نقطہ نظر اور طریقہ کار واضح کر دیا ہے۔ مختصراً انھوں نے اقبال کو انہی کے کلام کے سیاق و سباق میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تمام نظموں کے سنین متعین کرنے کی بساط بھر سعی کی گئی ہے، جہاں تک ممکن ہو سکا نظموں کا پس منظر بھی بیان کر دیا گیا ہے، ''بانگِ درا'' کی منظومات میں ترمیمات کی نشان دہی بھی کر دی ہے اور شرح و بسط پر اختصار کو ترجیح دی گئی ہے۔[۱۹]

ڈاکٹر شفیق احمد نے جن پانچ امور پر اپنی شرح کی بنیاد رکھی ہے، ان کے پیش رو شارحین میں یہی نکات مولانا غلام رسول مہر کو بھی عزیز رہے ہیں۔ ''شرحِ بانگِ درا'' میں اگرچہ 'مطالب' کے اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں اور ڈاکٹر شفیق احمد نے مہر سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی شرح کو منظم اور متوازن بنانے کی کوشش کی ہے تاہم مہر کے بعض تحقیقی نتائج کو بہتر استدلال کے ذریعے رد بھی کیا ہے۔

''شرحِ بانگِ درا'' میں متنِ اقبال موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر شفیق احمد نے قارئین کی سہولت کے لیے نظم کے عنوان کے بعد ہر بند کا پہلا مصرع درج کیا گیا ہے۔ بعینہ ہر غزل کا نمبر شمار دینے کے بعد مکمل شعر

کتابت کرنے کی بجائے محض پہلا مصرع درج کیا گیا ہے۔ اس سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ شرح اپریل ۱۹۸۸ء سے کچھ پہلے مکمل ہو چکی تھی(۲۰) کیوں کہ کاپی رائٹ ایکٹ کے قانون کے مطابق اقبال کی وفات کے پچاس سال بعد (۲۱/اپریل ۱۹۸۸ء) ''جملہ حقوق محفوظ'' کی پابندی ختم ہو چکی تھی۔ اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ متن کی شمولیت شرح کی ضخامت میں اضافے کا سبب بنتی، اس لیے بھی ناشرین نے پہلو تہی کی۔ آخر الذکر خیال کو اس امر سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ''شرحِ بانگِ درا'' کے دوسرے ایڈیشن (اشاعت: ۱۹۹۹ء) میں بھی متن شامل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

ڈاکٹر شفیق احمد کا طریق شرح نویسی بڑی حد تک روایتی ہے۔ وہ ہر نظم کے آغاز میں ''تعارف'' کے ذیلی عنوان سے مختصر تمہیدی شذرہ لکھتے ہیں۔ اس حصے میں وہ نظم سے متعلق اہم تفصیلات فراہم کرتے ہیں۔ یعنی نظم کا زمانہ تخلیق، پہلی اشاعت اور جریدے وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ غیر معمولی تحقیق اور تلاش و جستجو سے کام لیتے ہیں۔ وہ تمام تحقیقی ماخذات کو دیکھتے ہوئے مختلف اشاعتوں میں منظومات کی تعدادِ اشعار بتاتے ہیں اور ترامیم و محذوفات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ برابر اپنے تحقیقی ماخذات کا ذکر بھی کرتے جاتے ہیں۔ انھوں نے سابقہ شروح کے ساتھ ساتھ غلام رسول مہر کی ''سرودِ رفتہ''، عبدالواحد معینی کی ''باقیاتِ اقبال''، نسیم امروہوی کی ''فرہنگِ اقبال'' اور فقیر وحید الدین کی ''روزگارِ فقیر'' (جلد دوم) سے حوالے دیے ہیں۔ ان کتب کے ساتھ ساتھ وہ داخلی شہادتوں سے بھی کام لیتے ہیں اور کہیں کہیں اختلافی رائے بھی دیتے ہیں۔ مثلاً ''صدائے درد'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

> ''نسیم امروہوی کے مطابق اس نظم کے کل شعر نواسی تھے۔ نظر ثانی میں صرف اُنہتر رکھے گئے لیکن یہ رائے کسی طور قابل تسلیم نہیں ہے۔ مولانا مہر نے لکھا ہے کہ کل شعر تیس تھے۔ گیارہ شعر پہلے بند میں تھے اور انیس دوسرے بند میں۔ ''بانگِ درا'' میں صرف نو شعر شامل ہیں جو دو بندوں پر مشتمل ہیں۔''(۲۱)

ڈاکٹر شفیق احمد نے اگرچہ غلام رسول مہر کا انداز اختیار کیا ہے اور بعض جگہ وہ مہر ہی کی تحقیق کو معمولی لفظی ترامیم کے ساتھ درج کر دیتے ہیں تاہم ڈاکٹر اختر النساء کے مطابق ''کہیں کہیں شفیق کا انداز مہر کی نسبتاً زیادہ تحقیقی ہے۔(۲۲) مثلاً ''بانگِ درا'' کے دوسرے حصے میں شامل نظم ''.... کی گود میں بلی دیکھ کر'' کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نظم عطیہ فیضی یا جاوید اقبال سے متعلق ہے لیکن یہ درست نہیں ہے اور نہ ہی اس نظم کا تعلق اس دور سے ہے جس میں یہ شامل ہے اور جو علامہ اقبال کی شاعری کا دوسرا دور کہلاتا ہے۔ علامہ اقبال نے یہ نظم اپنی شاعری کے تیسرے دور میں لکھی تھی لیکن چوں کہ اپنے انداز کے اعتبار سے یہ دوسرے دور کی منظومات سے قریب تر ہے لہٰذا ''بانگِ درا'' کی اشاعت کے وقت اسے دوسرے دور میں شامل کیا گیا۔ اگر یہ نظم دوسرے دور میں تصنیف کی گئی ہوتی تو کچھ ناقدین و محققین اسے جاوید اقبال سے ہر گز منسوب نہ کرتے۔ دراصل یہ نظم جاوید اقبال کے لیے لکھی گئی اور نہ عطیہ فیضی کے لیے بلکہ اس سے متعلق شخصیت بمبا دلیپ سنگھ ہے۔ یہ پنجاب کے سکھ حکمران رنجیت سنگھ کی پوتی تھیں اور اقبال کا بہت احترام کیا کرتی تھی۔''(۲۳)

ڈاکٹر شفیق احمد نے اقبال کی بعض نظموں کے مغربی ماخذات کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مثلاً نظم ''ایک پہاڑ اور گلہری'' کے بارے میں بتایا ہے کہ اس نظم کا بنیادی خیال مشہور شاعر ایمرسن کی ایک نظم "The Mountain and the Squirrel" سے ماخوذ ہے۔''(۲۴) اسی طرح 'ہمدردی'، 'پرندے کی فریاد' اور 'ایک پرندہ اور جگنو' کو ولیم کوپر، جب کہ 'ایک آرزو' کو سیموئیل راجرز، 'پیامِ صبح' کو امریکی شاعر لونگ فیلو اور 'عشق اور موت' کو ٹینی سن کی منظومات کے آزاد تراجم و ماخوذ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر شفیق احمد نے شخصیات و اماکن پر بھی اختصار کے ساتھ وضاحتی نوٹ درج کیے ہیں جو قاری کی معلومات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

''شرحِ بانگِ درا''میں 'تعارف' کے بعد 'حل لغات' کا حصہ آتا ہے۔ڈاکٹر شفیق احمد نے بہت توجہ اور مستند لغات کی مدد سے ہر مشکل لفظ اور ترکیب کی وضاحت کی ہے۔وہ تلمیحات و اصطلاحات پر بھی جامع نوٹ لکھتے ہیں۔مثلاً دوسرے دور کی پہلی نظم ''محبت''میں ''اسمِ اعظم''کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور عظیم نام جس کے واسطے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔معلوم نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کون سا نام ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''حیّ''اور ''قیوم''میں سے کوئی نام اسمِ اعظم ہے جب کہ بعض کے نزدیک ''اللہ''ہی اسمِ اعظم ہے۔''(۲۵)

''حل لغات''کے بعد وہ ''وضاحت''کے لیے ذیلی عنوان سے شرحِ شعر کرتے ہیں۔ڈاکٹر شفیق احمد اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے بہت جچا تلا اور واضح انداز اختیار کرتے ہیں۔وہ کلامِ اقبال کی من چاہی تعبیر کرنے کی بجائے منشائے شاعر کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔وہ ما قبل شارحین سے استفادہ بھی کرتے ہیں اور استدلال کی بنیاد پر اختلافی رائے بھی دیتے ہیں۔ڈاکٹر اختر النساء کے مطابق:

> ''شفیق احمد ایسے شارحِ اقبال ہیں جن کی شرح میں مطالب کی کم سے کم اغلاط ہیں اور اندازِ شرح بھی تحقیقی و توضیحی ہے۔''(۲۶)

''بانگِ درا''کا آخری حصہ ''ظریفانہ''ہے۔یہ حصہ اپنے مزاج کے اعتبار سے باقی مجموعہ کلام سے یک سر مختلف ہے۔اقبال،اکبر الٰہ آبادی سے غایت درجے کی عقیدت رکھتے تھے۔وہ اپنے خطوط اور دیگر تحریروں میں اکبر کے لیے 'پیر و مرشد' کے القاب استعمال کرتے تھے۔اقبال کی اکبر الٰہ آبادی سے اس درجے کی عقیدت بے وجہ نہیں تھی۔وہ اُردو کے ان معدودے چند شعراء میں سے ہیں جنھوں نے قوم و ملت کو سامنے رکھ کر نظریاتی شاعری کی۔وہ انگریز استعمار کے سخت خلاف تھے اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کو مسلم تشخص کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ایک زمانے میں ان کے مزاج میں بیرونی تہذیب اور مغربی تعلیمی اداروں کے ماحول کے خلاف سخت جارحیت تھی مگر وقت کے ساتھ ان کے خیالات میں توازن اور اعتدال آتا چلا گیا۔اکبر الٰہ آبادی نے اُردو شاعری کو طنزیہ اسلوب کا ایسا منفرد قرینہ فراہم کیا جس کی مثال کسی دوسرے اُردو شاعر کے ہاں نہیں ملتی۔ڈاکٹر شفیق احمد کے استادِ گرامی،معروف محقق و نقاد اور اقبال شناس ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا،جن

کی تحقیق کا موضوعِ خاص اکبر الٰہ آبادی رہے ہیں اور جن کا مقصد ''بجز اس کے کچھ نہیں کہ اکبر کو صحیح تناظر میں رکھ کے سمجھا سمجھایا جائے۔''(۲۷) ان سے بہتر اور موزوں شخصیت ''ظریفانہ'' کی شرح کے لیے ممکن ہی نہیں تھی۔ ڈاکٹر شفیق احمد کی اقبال فہمی کے پیشِ نظر خواجہ محمد زکریا نے انھیں ''شرحِ بانگِ درا'' لکھنے کی ترغیب دی، جب کہ شارح نے فوراً اس منصوبے کی تکمیل کو ''ظریفانہ'' کی شرح سے مشروط کر دیا۔ بہر کیف شرح میں حصہ ''ظریفانہ'' جو کہ بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل ہے، اسے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے تحریر کیا، اس اعتبار سے وہ ''شرحِ بانگ درا'' کے شریک مؤلف بن گئے ہیں۔ ''ظریفانہ'' میں رنگِ اکبر میں لکھے گئے ۲۹ قطعات کی تفہیم و وضاحت کی گئی ہے۔ خواجہ محمد زکریا کے نزدیک فنی لحاظ سے یہ تمام اجزاء قطعات کی ذیل میں نہیں آتے۔ انھوں نے پہلے جز کو 'رباعی' قرار دیا ہے جب کہ پانچویں نمبر شمار کے تحت جو چار اشعار آئے ہیں انھیں نامکمل غزل ٹھہرایا ہے۔ جز نمبر ۹ کو چار اشعار کی طنزیہ غزل قرار دیا ہے، جب کہ جز نمبر ۱۶ کے تحت آنے والے اشعار کو غزل اور جز نمبر ۲۴ اور ۲۹ کو منظومات میں شمار کیا ہے۔ اس طرح ''ظریفانہ'' میں شامل قطعات کی تعداد تیئیس (۲۳) بنتی ہے۔ ان قطعات کے علاوہ اس حصے میں ایک رباعی، دو طنزیہ غزلیات، ایک نامکمل طنزیہ غزل جب کہ دو منظومات شامل ہیں۔ شارح نے آغاز میں ''تمہید'' کے عنوان سے اقبال و اکبر کے تعلق اور رنگِ اکبری اختیار کرنے کی وجوہ پر وضاحتی نوٹ لکھا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اقبال، اکبر کے بے حد مداح تھے اور مختلف مواقع پر انھوں نے کلامِ اکبر کے لیے ستائشی خیالات کا اظہار کیا۔ اکبر سے ان کی خط کتابت کا سلسلہ ۱۹۱۱ء میں شروع ہوا، بعد میں اقبال متعدد مرتبہ اکبر سے ملنے کے لیے الٰہ آباد گئے۔ رنگِ اکبر سے متعلق خواجہ محمد زکریا نے بعض ناقدین کی کم فہمی کا ردان الفاظ میں کیا:

> ''بعض ناقدین کا یہ خیال ہے کہ اقبال نے شاعری کا آغاز اکبر کی پیروی سے کیا لیکن چوں کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے اس لیے انھوں نے اس رنگِ سخن کو ترک کر دیا۔ مگر ان ناقدین کو اتنی بات بھی معلوم نہیں کہ یہ علامہ اقبال کا ابتدائی کلام نہیں ہے بلکہ اس کا زیادہ حصہ اس زمانے میں لکھا گیا ہے جب وہ بانگِ درا کا بیشتر حصہ تخلیق کر چکے تھے۔''(۲۸)

خواجہ محمد زکریا، نے حصہ ''ظریفانہ'' کی شرح کرتے ہوئے کتاب کے عمومی مزاج کی پیروی کی ہے۔ انھوں نے آغاز میں ''تمہید'' کے عنوان سے اس حصے کا تعارف کرایا ہے۔ اس کے بعد وہ ہر زیر وضاحت قطعے وغیرہ کا نمبر شمار درج کرتے ہیں، بعد ازاں ''حلِ لغات'' اور آخر میں متن کی ''وضاحت'' کرتے ہیں۔ خواجہ محمد زکریا لغت کو بہت اہمیت دیتے ہیں، اسی لیے انھوں نے ہر مشکل لفظ اور ترکیب کے مفہوم کو بیان کیا ہے۔ بعض اصطلاحات کی مختصر مگر مکمل وضاحت کی ہے۔ مثلاً نمبر شمار ۹ کے تحت آنے والی طنزیہ غزل میں ایک لفظ 'جھٹکا' استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ''جانور کو ذبح کرنے کے لیے بغیر تکبیر پڑھے ایک ہی وار میں گردن الگ کر دینا جو سکھوں کا طریقہ ہے۔''(۲۹)

اسی طرح نمبر شمار ۱۹ کے تحت طویل قطعے میں 'غمزہ شتر' کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اونٹ کے نخرے (چوں کہ اونٹ ایک بے ڈول جانور ہے۔ اس لیے اگر کوئی بد شکل انسان نخرے کرے تو اُسے شتر غمزے کہا جاتا ہے۔''(۳۰)

''حکم برداری'' کی اصطلاح کی وضاحت میں بتایا ہے کہ ''انگریزی میں اس کے لیے Man date کی اصطلاح رائج ہے۔ اس کا مطلب ہے کوئی ملک کسی اور حکومت کی زیر نگرانی نظام چلائے۔''(۳۱)

خواجہ محمد زکریا نے ان تمام شخصیات کا بھی اجمالی تعارف درج کیا ہے جو کسی قطعے وغیرہ کا موضوع بنی ہیں۔ اس ضمن میں خصوصیت سے سر آغا خاں، امیر فیصل اور سیّد محمد ادریس السنّوسی کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ''ظریفانہ'' میں جہاں جہاں قرآنی تلمیحات آئی یا احادیث کی مثالیں دی گئی ہیں، خواجہ صاحب ان کا مکمل عربی متن اور اُردو ترجمہ درج کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض علامات کی عمدہ وضاحت کی ہے۔ مثلاً نمبر شمار ۵ کے تحت جو نامکمل غزل آئی ہے اس میں اقبال نے اونٹ اور گائے کی علامتیں استعمال کی ہیں۔ ان علامتوں کی وضاحت کرتے ہوئے شارح لکھتے ہیں:

''اس شعر میں اونٹ اور گائے کی علامتیں وضاحت طلب ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی نے اپنی شاعری میں اونٹ سے مسلمان مراد لیے ہیں اور گائے سے ہندو۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اونٹ عرب کا جانور ہے جب کہ گائے ہندوؤں کی مقدس ماتا ہے۔ اقبال نے یہی علامتیں اکبر سے انہی معنوں میں مستعار لی ہیں۔''(۳۲)

خواجہ محمد زکریا نے بعض اشعار میں موجود فنی محاسن کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مثلاً قطعہ نمبر ۳ میں ایک شعر ہے:

یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین
پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

اس شعر میں صنعتِ ایہام کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تین شعروں کے اس قطعے میں آخری شعر میں صنعتِ ایہام سے بہت فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔ لڑکیوں کی مغربی تعلیم ڈراما ہے۔ اس کی مناسبت سے سین کا انگریزی لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب منظر ہے۔ آخری مصرعے میں ''پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ'' میں صنعتِ ایہام کا استعمال بڑی لطافت سے کیا گیا ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس ڈرامے سے جب پردہ اُٹھے گا تو ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ مگر دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ لڑکیاں جب پردہ اُٹھا دیں گی تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہو گا کہ مغربی تہذیب ہماری تہذیب و ثقافت کو کس طرح تباہ کر چکی ہے۔''(۳۳)

خواجہ محمد زکریا نے اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے تاریخی شعور کا بھی ثبوت دیا ہے۔ نمبر شمار ۲۴ کے تحت جو نظم آئی ہے (شام کی سرحد سے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل) اس کی تفہیم میں پہلی جنگِ عظیم کے بعد ترک اور ممالکِ عرب کی سیاسی کش مکش اور تیزی سے بدلتے سیاسی منظر نامے پر عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح ''ظریفانہ'' کی آخری نظم کا تجزیہ کرتے ہوئے ''مسجدِ شب بھر'' کی پوری روداد سنا ڈالی ہے جس سے قارئین کی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

خواجہ محمد زکریا اقبال کے مزاج شناس بھی ہیں اور رنگِ اکبر سے بھی بہ خوبی واقف ہیں۔اس کے ساتھ شاعری کا شاندار ذوق بھی رکھتے ہیں۔اس لحاظ سے ان کے تشریحی نتائج کو تسلی بخش کہا جا سکتا ہے، جب کہ ''شرحِ بانگِ درا'' کے مرکزی شارح ڈاکٹر شفیق احمد بھی کلامِ اقبال سے غیر معمولی وابستگی رکھتے ہیں۔وہ خود بھی شاعر ہیں اور شعر فہمی کی شاندار صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ان کا اسلوب سادہ، سہل اور تحقیقی و توضیحی ہے۔وہ تفہیمِ اشعار میں غیر ضروری مباحث میں نہیں اُلجھتے بلکہ اختصار کے ساتھ متن میں موجود تمام ممکنہ معانی کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ان کی نگاہ شعر کی روح پر ہوتی ہے۔وہ طلبہ اور عام قارئین کی استعدادِ کار اور ضروریات سے بھی واقف ہیں۔ان کا عمومی رویہ متوازن اور معروضی ہے۔ان سب وسائل نے ان کی شرح کو روایتی ہونے کے باوجود منفرد اور مفید بنا دیا ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

۱۔ سیّد احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ (جلد دوم)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۸۰۔

۲۔ نورالحسن نیر کاکوروی، نور اللغات (جلد سوم)، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۵ء)، ص ۳۶۷۔

۳۔ شمس الرحمن فاروقی، ڈاکٹر، شعر شور انگیز (جلد اوّل)، (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۱۳ء)، ص: ۱۶۱۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ شفیق احمد، ڈاکٹر، مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۸ء)، ص ۳۷۴۔

۶۔ اختر النساء، ڈاکٹر، شروحِ کلام اقبال، (لاہور: بزمِ اقبال، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۷۔

۷۔ شفیق احمد، ڈاکٹر، مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے، ص ۳۷۴۔

۸۔ شمس الرحمن فاروقی، ڈاکٹر، تفہیم غالب، (لاہور: اظہار سنز، س۔ن)، ص ۱۵۔

۹۔ اختر النساء، ڈاکٹر، شروحِ کلام اقبال، ص ۲۰۔

۱۰۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، اقبال کا ادبی مقام، (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۲۳۔

۱۱۔ شفیق احمد، ڈاکٹر، مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے، ص ۳۷۵: ۳۷۶۔

۱۲۔ شکیل پتافی، ڈاکٹر، پاکستان میں غالب شناسی، (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء)، ص ۲۹۲۔

۱۳۔ شمس الرحمن فاروقی،ڈاکٹر، تفہیم غالب،ص۱۶۔

۱۴۔ زکریا،ڈاکٹر خواجہ محمد،اقبال کا ادبی مقام،ص۱۲۵۔

۱۵۔ شفیق احمد،ڈاکٹر،مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے،ص۳۸۷۔

۱۶۔ رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر،تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،طبع اوّل،۱۹۸۲ء)،ص۲۳۔

۱۷۔ شیخ عبدالقادر، دیباچہ:''بانگِ درا''، مشمولہ :کلیاتِ اقبال اُردو،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم، ۲۰۰۴ء)،ص۴۶۔

۱۸۔ شفیق احمد،ڈاکٹر،شرحِ بانگِ درا،(لاہور: پاپولر پبلشنگ ہاؤس، طبع ثانی،۱۹۹۹ء)،ص۴۔

۱۹۔ ایضاً،ص۵۔

۲۰۔ ڈاکٹر شفیق احمد کی مذکورہ شرحِ بانگ درا کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں پاپولر پبلشنگ ہاؤس لاہور کے زیرِاہتمام شائع ہوا۔

۲۱۔ ایضاً،ص۳۰۔

۲۲۔ اختر النساء،ڈاکٹر،شروحِ کلام اقبال،ص۶۸۔

۲۳۔ شفیق احمد،ڈاکٹر،شرحِ بانگِ درا،ص۱۶۰۔

۲۴۔ ایضاً،ص۱۸۔

۲۵۔ ایضاً،ص۱۵۰۔

۲۶۔ اختر النساء،ڈاکٹر،شروحِ کلام اقبال،ص۱۴۸۔

۲۷۔ زکریا،ڈاکٹر خواجہ محمد،اکبرالٰہ آبادی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،(لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۸۰ء)،ص۶۔

۲۸۔ شفیق احمد،ڈاکٹر،شرحِ بانگِ درا،ص۳۰۱۔

۲۹۔ ایضاً،ص۲۹۲۔

۳۰۔ ایضاً،ص۴۰۶۔

۳۱۔ ایضاً،ص۴۰۷:۴۰۶۔

۳۲۔ ایضاً،ص۳۹۵۔

۳۳۔ ایضاً،ص۳۹۳:۳۹۲۔